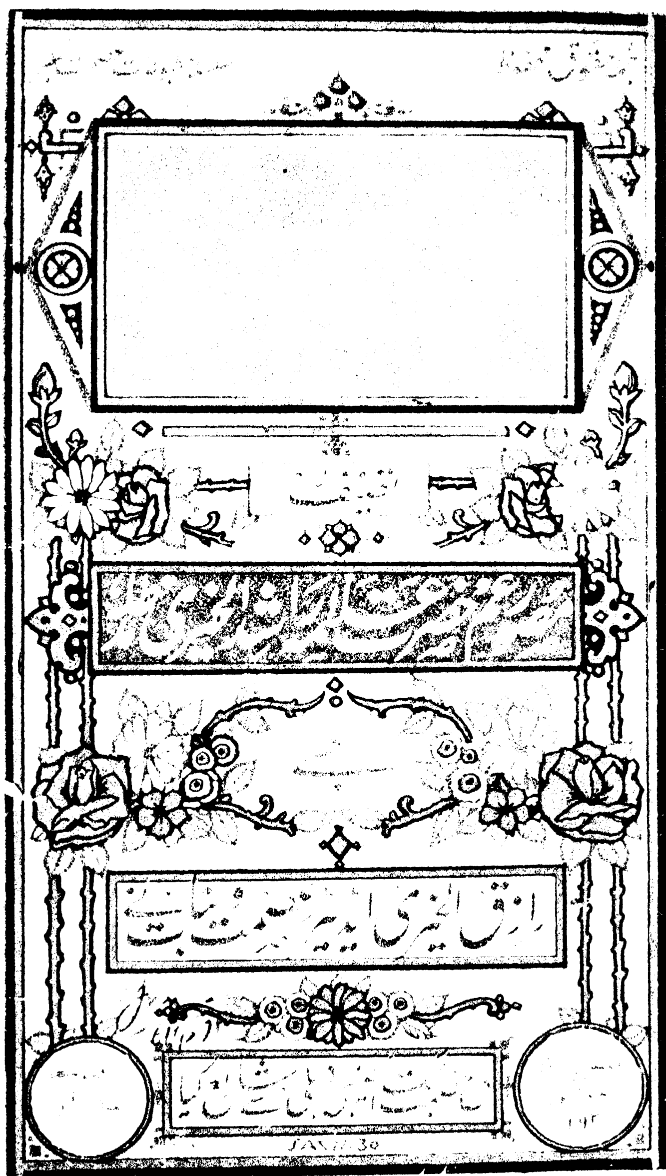


تصانیف فخر نسواں ہند محترمہ خاتون اکرم جنت مکانی

محترمہ خاتون اکرم تعلیم یافتہ ہندوستانی خواتین کی محبوب ترین انشاپرداز تھیں جن کی مضمون نگاری کا ہندوستان بھر میں ڈنکا بج چکا ہے جن کے فلسفیانہ خیالات نے جن کے درد و اثر میں ڈوبے ہوئے طرز تحریر نے بڑے بڑے قابل قابل مردوں سے خراج تحسین وصول کیا تھا اور جن کی تحریریں دیکھ کر مشہور مصنفین بھی عش عش کرتے تھے مشہور انگریزی روزنامہ کرانیکل کی رائے ہے "مرحومہ خاتون اکرم نہایت اعلیٰ درجہ کا ادبی مذاق رکھتی تھیں اور اپنے عمیق گہرے خیالات و جذبات کو نہایت سادہ و پرزور انداز مگر مختصر الفاظ میں ادا کرنے کی قدرت رکھتی تھیں" علیگڑھ میگزین لکھتا ہے "ان کا طرز بیان پر اثر اور دلنشین ہوتا ہے اور وہ نہایت خوبی کیساتھ اپنے احساسات کو الفاظ کی صورت میں پیش کر سکتی تھیں" رسالہ نور جہاں نے لکھا تھا "مرحومہ خاتون اکرم چھوٹی سی عمر میں نہایت دانشمند اور وسیع تجربہ رکھنے والی خاتون تھیں علمی ادبی قابلیت کیساتھ خدا نے انکو درد کی بے بہا دولت سے مالا مال کر رکھا تھا جس کی وجہ سے اپنی پرزور تحریروں میں انسانی جذبات کی تصویر نہایت ہی خوبی و خوش اسلوبی سے کھینچتی تھیں

جمال ہمنشین

خاتون اکرم مرحومہ کے بے مثل ادبی مضامین کا شاندار مجموعہ

فانی زندگی۔ تغیرات زندگی۔ نیرنگی زمانہ۔ عبرت گاہ دنیا۔ موسم بہار۔ فلسفہ غم۔ ساون۔ عید۔ زندوں کی زندہ ہستی۔ کسی کی یاد۔ ہنسی مذاق۔ خوشی کا دن وغیرہ وغیرہ وہ دلاویز اور موثر مضامین ہیں جن کی عصمت، تہذیب، استانی۔ شباب۔ اردو وغیرہ میں شائع ہو کر دھوم مچ چکی ہے جمال ہمنشیں کے متعلق اخبار ہمدرد دہلی لکھتا ہے "ان مضامین میں فلسفیانہ بحث کی ہے" انڈین ڈیلی میل کی رائے ہے "ان مضامین کی اردو صاف اور رواں ہے" زنانہ رسالہ حرم کی رائے "یہ مضامین بہ لحاظ زبان و خیال نہایت بلند ہیں اور انکی اشاعت زبان پر بڑا احسان ہے" انجمن ترقی اردو کا مشہور سہ ماہی رسالہ لکھتا ہے "ان مضامین کی عبارت بہت فصیح اور پختہ ہے" اخبار وکیل کی رائے "جمال ہمنشیں بلاشبہ نسوانی دنیا کے لئے سبق آموز کتاب ہے۔ اخبار مدینہ کی رائے مضامین نہایت بلند پایہ ہیں حضرت علامہ راشد الخیری نے دیباچہ لکھا ہے۔ تین ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ نکل چکے ہیں۔ آرٹ کاغذ پر رنگین چھپی ہے۔ قیمت ایک روپیہ۔

پیکر وفا

ایک دلاویز نتیجہ خیز افسانہ جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ وفا عورت کی خلقت میں کوٹ کوٹ کر بھری ہے اور شریف بیوی اپنے شوہر کیلئے ایسی قربانیاں کر دکھاتی ہے کہ دنیا حیرت میں رہجاتی ہے۔ رسالہ ہمایوں کی رائے "یہ ایک کامیاب اور مفید افسانہ ہے جسمیں عورتوں کے اس اعزام کو واضح کیا گیا ہے جس کی تعلیم اسلام نے ہمیں دی ہے" انداز بیان درد انگیز عبارت سادہ و شگفتہ، اخبار ریاست لکھتا ہے۔ طرز بیان اس قدر سادہ صاف اور دلکش ہے کہ تعریف نہیں ہوسکتی۔ اخبار کشمیری لکھتا ہے "پیرایہ بیان دلگداز ہے۔ یہ بھی بہترین آرٹ کاغذ پر چھپی ہے۔ بار سوم قیمت آٹھ آنہ

منیجر عصمت دہلی۔

از علامہ راشد الخیری مدظلہ

شہزادہ امین

کا

دم واپسین

از

علامہ راشد الخیری مدظلہ

عصمت بک ایجنسی دہلی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اگر عہد عباسی کے قابل ناز بادشاہ ہارون الرشید کے تاج شاہی پر جس کی چمک آج بھی آنکھوں کو خیرہ کر رہی ہے ۔ آل برآمکہ کی تباہی کے سیاہ داغ نظر آتے ہیں تو چشم بینا عباسیوں کی اس بے مثل ہستی کو بھی جس نے ماموں کے نام سے تخت سلطنت کو زینت دی ۔ شہزادہ امین کے خون سے لتھڑا ہوا پاتی ہے ۔ مگر یہی آنکھ جو پہلی جھلک میں زبیدہ کے لال امین کی مصیبت پر خون کے آنسو گراتی ہے ۔ تامل کے بعد ماموں کے دامن آلودہ کو پاک کرنے کی کوشش کرتی ہے ۔ اور فیصلہ یہ کرتی ہے کہ اس قتل کے بار کا بڑا حصہ طاہر کی گردن پر ہے ۔ اس اقرار سے انکار نہیں کہ جس وقت ذو الریاستین نے امین کا سر ماموں کے سامنے پیش کیا تو وہ سجدہ میں گر پڑا ۔ ممکن ہے اس کے یہ معنی ہوں کہ دلی آرزو کی تکمیل پر خدا کا شکریہ ادا کیا لیکن یہ واقعہ بھی کچھ وقعت رکھتا ہے کہ جب زبیدہ خاتون نے ماموں کو اپنی مصیبت کا حال اور امین کے قتل کی کیفیت لکھی ہے تو اس کی آنکھ سے آنسو جاری ہو گئے ۔ اور کہنے لگا واللہ امین بھائی کے خون کا بدلہ میں خود لوں گا ۔

بہر حال امین کا قتل درس عبرت ہے اور بتا رہا ہے ۔ کہ محبوبہ دنیا اپنی اداؤں سے کیا کیا گل کھلاتی ہے ۔

۷۷۸۶۴

(۱)

مبارک تھا ۱۶۹ھ کا تیسرا مہینہ وہ رات اور وہ گھڑی جب سنی ہاشم کی مایۂ ناز خاتون زبیدہ بارحمل سے سبکدوش ہوکر امین کی ماں بنی۔ ہارون نے اس خوشی میں اس قدر زر اور جواہر تقسیم کیا۔ کہ رعیت مالا مال ہوگئی۔ اس وقت ہارون کی اور اولاد بھی موجود تھی مگر زبیدہ خاتون کی محبت کی وجہ سے جس کی برابری کوئی بیگم نہ کر سکتی تھی۔ اس نے خزانوں کے منہ کھول دئے۔ مامون ایک سال امین سے بڑا تھا اور اس کی طرف شروع سے ہارون کی توجہ خاص تھی۔ مگر اس لئے کہ خاندانی شرافت کے اعتبار سے امین کا درجہ بڑھا ہوا تھا۔ اس نے امین کی تعلیم و تربیت میں کسر نہ کی جو استاد مامون کو تعلیم دیتے تھے۔ انہی کی سپرد امین بھی ہوا۔ چونکہ ذکاوت اور شوق امین میں مامون سے کم نہ تھا۔ اس لئے کسی میدان میں وہ مامون سے ہیٹا نہ رہا۔ زبیدہ خاتون ہمیشہ مامون کی ترقی سے ناخوش ہوتی تھی اور اس کو پسند نہ ہوا۔ کہ مامون اور امین ہمسر سمجھے جائیں۔ مگر ہارون کو دونوں کلیجہ کے ٹکڑے برابر تھے، چونکہ امین کی طبیعت شروع ہی سے حکومت پسند تھی اسلئے ہارون اکثر دونوں کے خیالات کا اندازہ ملکہ کی موجودگی میں کرتا۔ مگر جب ہارون کی رغبت مامون کی طرف زیادہ پاتی تو زبیدہ صاف کہہ دیتی کہ تم ایک کنیز زادے کو میرے لال پر ترجیح دیتے ہو۔

ہارون کے ظلِ عاطفت میں دونوں روز بروز ترقی کرتے گئے۔ اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ خود زبیدہ کو دونوں کی قابلیت پر تعجب ہوتا تھا۔ چونکہ تعلیم کا سہرا اسی کے سر تھا۔ اس لئے وہ اکثر کہہ اٹھتا تھا کہ خلفائے بنی امیہ کے بچے قبائل عرب میں بھیجے جاتے تھے مگر تم دونوں نے گھر بیٹھے ان سے زیادہ سیکھ لیا تربیت کے اس خاص اہتمام پر بھی ہارون دیکھتا تھا کہ امین کی طبیعت

عیش کی طرف زیادہ مائل ہے اور ولیعہدی کا مستحق اس لئے نہیں کہ بڑا ہے۔ بلکہ اس لئے کہ طبیعت میں صلاحیت ہے۔ صرف ماموں ہو سکتا ہے۔ ابتداء میں زبیدہ کی خواہش امین کیطرف دیکھکر اُسنے اپنی رائے کا اظہار کسی موقعہ پر بھی نہیں کیا وہ اچھی طرح سمجھتا تھا کہ ماموں کا کانٹا زبیدہ کے دل میں کھٹک رہا ہے۔ مگر وقت نے مجبور کیا کہ ہارون اس کا فیصلہ کرے تو بارہ لڑکوں میں سے صرف چار ماموں، امین، مؤتمن، معتصم ایسے تھے جو مقابلہ میں آسکیں، معتصم اپنی جہالت کی وجہ سے مسترد ہوا۔ تو صرف تین رہے۔ مؤتمن بھی علمی قابلیت میں دونوں سے گرا ہوا تھا۔ اسلئے وہ بھی نظر انداز ہوا۔ اب مقابلہ صرف ماموں و امین کا تھا۔ اور دونوں آسمان علم کے آفتاب و ماہتاب تھے۔ امین حسن ظاہری میں ماموں سے بہتر تھا اور زبیدہ اپنے دعوے میں یہ فوقیت بھی ظاہر کرتی تھی۔ مگر جس کو پیا چاہے وہی سہاگن۔ ہارون اس اعتبار سے بھی ماموں کو امین سے کم نہ سمجھتا تھا۔ مگر یہ وقت ہارون کے واسطے بہت نازک تھا۔ اور یہ فیصلہ کہ دونوں میں کون افضل ہے آسان کام نہ تھا۔ خصوصاً زبیدہ خاتون کی زندگی میں۔

گو زبان سے کبھی ادا نہ ہوا لیکن واقعات بتا رہے ہیں۔ کہ ہارون کو خود اندیشہ تھا۔ کہ میرے بعد سلطنت وجہ نزاع نہ ہو۔ اسی واسطے ادہر اس نے مناسب سمجھا کہ معاملہ اپنی زندگی میں طے کر دے ادہر زبیدہ نے کوشش کی کہ ولیعہدی کا جھگڑا جلد فیصل ہو۔

ارا کین دربار میں بنی ہاشم کا تمام گروہ زبیدہ کے ساتھ تھا۔ عیسٰی بن جعفر کا اثر بہت کچھ تھا۔ اس نے اس موقعہ پر فضل بن یحیٰی کو جو وزیر السلطنت تھا۔ امین کی ولیعہدی پر متوجہ کیا۔ ہارون درحقیقت امین کو اس قابل نہ سمجھتا تھا۔ مگر زبیدہ اور فضل دونوں نے اس کو مجبور کر دیا اور اس نے امین کے واسطے بیعت لی۔

لیکن ایک موقعہ پر اس نے صریح الفاظ میں یہ کہہ دیا کہ اگر زبیدہ کا خیال اور بنی ہاشم کا اثر نہ ہوتا تو یقیناً مامون قابل ترجیح تھا۔

امین کی بیعت کے بعد ہارون نے یہ انتظام بھی کیا کہ امین کے بعد مامون کی ولیعہدی پر بیعت کی اور اس وقت ہمدان و خراسان اس کے سپرد کئے۔ یہ سب کچھ کیا مگر ہارون اس انتظام پر بھی مطمئن نہ تھا۔ اور وہ خوب سمجھتا تھا کہ جس وجہ نے آج مجھ کو اس انتظام پر مجبور کر دیا کہ مامون کے ہوتے ولیعہد امین کو قرار دیا وہ میرے بعد بہت طاقتور ہوگی اور عمائد بنی ہاشم اور زبیدہ کا اثر امین کو غصب حقوق پر مائل کرے گا۔ اور وہ جو کچھ چاہے گا بآسانی کامیاب ہوگا۔

یہی سبب تھا کہ حج کے موقعہ پر ہارون نے امین کو بیت اللہ میں تنہا لیجا کر تمام نشیب و فراز اچھی طرح سمجھائے۔ اور اسکے بعد مامون کو بلا کر بہت کچھ فہمائش کی۔ اس پر بھی مطمئن نہ ہوا تو دونوں سے تحریری اقرار نامے لئے جو ارکین دربار کے سامنے پڑھے گئے تنہا دئیں ہوئیں اور حرم کعبہ میں لٹکائے گئے۔ دربانوں سے حلف لیا کہ ہمیشہ حج کے موقعہ پر گذرگاہ عام میں لٹکائے جائیں۔ تقسیم اس وقت قریب قریب برابر تھی۔ اور مامون اور امین دونوں اپنی اپنی جگہ مطمئن مگر ترقی عمر کے ساتھ امین اپنی راحت پسندی میں بھی ترقی کرتا گیا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہارون نے اس کی طاقت کم کرنی شروع کی۔ اور مامون کے اختیارات میں وسعت دی۔ اس کے معنی یقیناً یہی تھے کہ لوگ اچھی طرح سمجھ لیں کہ سلطنت کا مستحق مامون ہے۔ امین اور اس کا گروہ یہ تمام کارروائی دیکھ رہا تھا۔ اور جل رہا تھا۔ مگر ابھی ان لوگوں نے کوئی کارروائی شروع نہ کی تھی کہ ہارون کا مقام طوس میں انتقال ہوا اس وقت اس کے ساتھ دونوں میں سے کوئی نہ تھا۔ مامون نہ امین۔ مگر یہ خبر چٹکی بجاتے میں مشہور ہوگئی۔ دربار پر فضل بن الربیع

پوری طرح حاوی تھا اور شروع سے امین کا طرف دار۔ اس موقعہ کو غنیمت سمجھکر امین نے حکم بھیجا کہ تمام اسلحہ اور فوج وخزینہ بغداد میں حاضر ہو اراکین دربار اس کی تعمیل میں متامل تھے۔ مگر کسی کی ہمت نہ تھی کہ فضل کے سامنے دم مار سکے فضل نے سب کو یقین دلایا کہ امین کے سامنے مامون کا چراغ نہیں جل سکتا بہتر یہی ہے کہ وقت کا ساتھ دو اور خطرہ میں نہ پڑو اتنا سنتے ہی سب نے بغداد کا رُخ کیا۔ مامون کو باپ کی خبر موت اور امین کے حکم کی اطلاع ساتھ پہونچی۔ اس نے فوراً اپنے رفقار کو جمع کیا اور صلاح کی۔

سب نے بالاتفاق کہا کہ بغیر لڑے معاملہ درست نہ ہوگا۔ اگر ایک ہزار سوار ہم کو مل جائیں تو یہ تمام لوگ اور اسباب جو امین کے پاس جارہا ہے ابھی واپس آجائے مامون بھی اس طرف جھکا مگر فضل بن سہیل تجربہ کار تھا۔ اور وزارت کی باگ اسی کے ہاتھ میں تھی۔ اس نے مامون کو سمجھایا اور کہا نتیجہ خطرناک ہوگا اور یہ سب جو لمبے لمبے اور چوڑے چوڑے دعوے کر رہے ہیں۔ صاف الگ ہوجائیں گے بلکہ اپنی کارگذاری دکھانے کے واسطے آپ کو امین کے سپرد کردیں گے میری رائے میں پہلے دو ایک معتبر آدمی بھیجکر وہاں کا رنگ اور فوج کے خیالات کا اندازہ کیجئے اس کے بعد سوچئے کہ کیا کرنا ہے۔

مامون اسوقت پریشان تھا اور سمجھ چکا تھا کہ سلطنت تو درکنار جان کے بھی لالے ہیں۔ فضل کی رائے سے اتفاق کیا۔ اور دو آدمی اس غرض سے روانہ کئے فضل بن الربیع جس کی کوشش سے امین کو آتنی کامیابی میسر آئی۔ نہایت دور اندیش آدمی تھا۔ اس نے مامون کے آدمیوں سے کہا کہ ہیں جماعت کے ساتھ ہوں جدہر سب ادہر ہیں مگر نائب سپہ سالار فوج عبدالرحمٰن نے آگے بڑھ کر تلوار قاصد کے سر پر رکھ دی اور کہا افسوس ہے مامون نہیں ورنہ دکر دیتا۔

مامون اب یقیناً مایوس تھا۔ خزانہ فوج سب چیزیں امین کے قبضہ میں پہنچ چکی تھیں۔ مصیبت پر مصیبت یہ ہوئی کہ حدود خراسان پر بغاوت ہوئی۔ اور جن لوگوں سے بہت کچھ توقعات تھیں وہ بھی کنارے ہوئے۔ اگر فضل بن سہیل کی قوۃ اعانت نہ کرتی تو مامون کی مایوسی اس درجہ بڑھ چکی تھی کہ وہ سلطنت سے ہاتھ اٹھالیتا۔ اب بھی اس نے فضل سے اتنا تو کہہ دیا کہ جو مناسب سمجھو وہ کام کرو تم جانو تمہارا کام۔

فضل کی بے مثل استقامت متواتر کوشش اور بےنظیر استقلال دیکھ کر تعجب ہوتا ہے کہ باوجود ناکامیوں کے اسکی ہمت کبھی پست نہ ہوئی۔ اس نے سب سے پہلے فوج کو ٹٹولا مگر صاف جواب ملا اور تمام فوج نے کہدیا کہ بھائی بھائی کے جھگڑے کا ہم سے کیا واسطہ یہ ایک ایسا جواب تھا کہ فضل کیا کوہ گراں بھی ہوتا تو پچک جاتا مگر اس کے قیام میں فرق نہ آیا اور معاملے پر غور کرنے کے بعد وہ اس نتیجہ پر پہونچا کہ مامون کی شخصیت دوسری صورت میں اس کو کامیاب بنا سکتی ہے علمار کا پورا گروہ اس کے ساتھ ہے اور یہ وہ طاقت ہے جس کے مقابلہ میں تیغ و تفنگ سب ہیچ ہے،

فضل نے علمار کی طرف رُخ کیا۔ ادہر تو ان لوگوں نے مامون کی ہمدردی میں وعظ کہنے شروع کیے۔ ادہر خود مامون نے خراج معاف کئے اور شاہانہ فیاضیوں کا ایسا رنگ دکھایا کہ بگڑی ہوئی رعیت مامون کے نام پر خون بہانے کو تیار ہوگئی۔

(۳)

امین کا مقصد پورا ہوا۔ جمعیت خزانہ دربار ہر چیز قبضہ میں آئی ایک مامون کا کانٹا باقی تھا وہ بھی پورا یقین تھا کہ جلد نکل جائے گا۔ مطمئن ہوتے ہی دبی ہوئی آگ کے شعلے بلند ہوئے اور امین کی عادتیں رنگ لائیں۔ نصر المنصور کے سامنے

ایک عظیم الشان عمارت بہ قصر منزل تیار ہوئی۔ ارباب نشاط طلب ہوئے۔ انعام و اکرام تقسیم کئے گئے دربار میں رنگ برنگ کی کشتیاں ڈالی گئیں اور چند ہی روز میں نشہ حکومت نے ماموں کا خیال بھی بھلا دیا۔ دن اور رات جلسے تھے رنگ رلیاں تھیں۔ شراب تھی گانا بجانا تھا۔ مگر فضل بن الربیع اچھی طرح سمجھتا تھا کہ ماموں کا فتنہ خوابیدہ زندہ ہے۔ اس نے امین کو ترغیب دی کہ ماموں فوراً معزول کر دیا جائے کیونکہ جو بیعت ہارون نے پہلے لی وہ اٹل تھی۔ اس کے بعد پھر اس کو تبدیلی کا اختیار نہ تھا امین کٹ پتلی کی طرح فضل کے اشاروں پر ناچتا تھا۔۔۔ منظور کر لیا اور تجویز یہ ہوئی کہ ماموں کے بجائے موسیٰ کی جو امین کا لڑکا اور ابھی بچہ ہی تھا بیعت لی جائے۔ امین کی حکومت فضل کی وزارت کس کی مجال تھی کہ اس کے برخلاف دم مار سکتا۔ پھر بھی ایسے لوگ موجود تھے جنہوں نے ہارون کی آنکھیں دیکھی تھیں اور اسلام کے عاشق زار تھے جب دربار عام میں اس تحریک کا اعلان ہوا تو عبداللہ بن حازم کے بدن میں آگ لگ گئی اور اس نے کہدیا کہ تاریخ اسلام میں بے ایمانی کے باب کا اضافہ آپ کے عہد سے شروع ہوتا ہے۔ اگر ہم ماموں کی بیعت پر ثابت قدم رہتے تو امین کی بیعت بھی پائدار نہیں۔

عبداللہ کی بے باکی سے امین اور فضل دونوں دنگ رہ گئے۔ امین نے اس وقت تو اس کو برا بھلا کہہ کر خاموش کر دیا مگر رہا اس فکر میں۔ اس کی طبیعت سے یہ بھی بعید نہ تھا کہ وہ اپنے لہو و لعب کے سامنے چند روز بعد اس کو فراموش کر دیتا۔ مگر فضل سوتے اور جاگتے فکر ماموں میں مستغرق تھا نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑے ہی عرصہ بعد احکام جاری ہو گئے کہ خطبہ میں بجائے ماموں کے موسیٰ کا نام پڑھا جائے۔

اب ماموں بھی دیکھ رہا تھا کہ وہی لوگ جو کل تک میرے موافق نہ تھے آج میری ہر صدا پر لبیک کہنے کو تیار ہیں اسلئے کھلم کھلا امین کو مطعون کرنا شروع کیا۔ نوبت یہانتک پہنچی کہ ایک موقعہ پر اس نے امین کے قاصد سے صاف کہدیا کہ امین کو سودائے خام اپنے دل سے نکال دینا چاہیئے۔

(۳)

صبح کا وقت ہے قصر زبیدہ اس فنا ہونے والی ہستی کی محبت کا پتہ دے رہا ہے۔ جس نے ہارون کے قالب میں ۱۹۳ھ تک قیام کیا۔ زبیدہ خاتون نماز فجر سے فراغت پاکر امین کی کامیابی پر باغ باغ ہو رہی ہے۔ پوتا یعنی موسیٰ جس کو امین نے ناطق بالحق کا خطاب عطا کیا ہے۔ اپنی بھولی باتوں سے دادی کا دل بہلا رہا ہے۔ دفعتہً ایک خواص نے حاضر ہوکر مجرا کیا اور عرض کی سپہ سالار فوج علی بن عیسیٰ حاضری کا خواستگار ہے۔ زبیدہ قصر الخلد میں آئی اور پس پردہ بیٹھکر علی کو حاضری کی اجازت دی۔

علی نوجی لباس میں مسلح حاضر ہوکر قدمبوس ہوا اور عرض کیا۔

ماموں کی گستاخیاں اور اس کی بداعمالی انتہا کو پہنچ گئی اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ ہم اپنی شجاعت کے جوہر دکھائیں اور دغاباز ماموں کو اس کی ناشائستہ حرکات کا مزہ چکھادیں بندہ پچاس ہزار فوج لیکر اس کی سرکوبی کو روانہ ہوتا ہوں یہ جانباز لشکر جو میرے ساتھ ہے دشمن کو چیونٹی کی طرح پیس دیگا۔ اور میں بہت جلد اپنی کامیابی کی اطلاع خدمت اقدس میں روانہ کروں گا۔ زبیدہ خاتون کچھ دیر خاموش رہی اس کے بعد ایک خواص کو جو پشت پر کھڑی تھی حکم دیا کہ چاندی کی ایک زنجیر لا۔ حکم کی تعمیل ہوئی زبیدہ نے وہ زنجیر اس کے ہاتھ میں دی اور کہا

"یہ صحیح کہ امین میرے کلیجہ کا ٹکڑا ہے اور ناوار میرے

پیٹ کی اولاد نہیں۔ مگر مجھے معلوم ہے کہ اس کا باپ کون تھا اور وہ کس کا بھائی ہے مجھے پورا یقین ہے کہ مامون الرشید امین کی ترقی کا دشمن نہیں۔ مامون وہ ہے جس کی بابت امیر المومنین نے فرمایا تھا کہ میں مامون میں منصور کا استقلال مہدی کی سنجیدگی اور ہادی کی نشان دیکھتا ہوں۔ ایسا نہ ہو کہ تیرے ہاتھ سے مامون کے آداب میں کسی قسم کا فرق آ جائے۔ اس کے آداب کو ہر وقت ملحوظ رکھنا تیرا فرض ہے یہ نہ ہو کہ تیری کسی گستاخی سے ہارون کی پاک روح کو جو مامون کی عاشق تھی اذیت پہونچے اگر گرفتاری کی ضرورت ہو تو یہ زنجیر نقرئی کام میں لائی جائے۔ تیری اس کی حالت میں آسمان زمین کا فرق ہے۔ اس کی رکاب کو بوسہ دیتا پاؤں پیدل چلیو اس کے غصہ اور نازک مزاجی کو برداشت کیجیو اور یہ اچھی طرح سمجھ لیجیو کہ مامون کا حق زبیدہ پر امین سے کچھ کم نہیں۔ امین کی طرح مامون بھی میری گود میں کھیلا ہے اور گرفتار ہونے کے بعد بھی وہ تیرا آقا ہے"

(۴)

مرو کی دلکش عمارتیں اور پُر فضا باغات عہد عباسیہ کے تزک و احتشام کے گیت گا رہے ہیں۔ مامون ایک باغ میں خاموش ٹہل رہا ہے۔ پیشانی کی شکن بتا رہی ہے۔ کہ دماغ کسی فکر میں مبتلا ہے۔ فضل بن سہیل ساتھ ہے۔ مگر وہ بھی خاموش۔ ایک روش پر پہنچکر مامون نے پلٹ کر دیکھا اور کہا میں یہ تو نہیں کہتا کہ امین دیوانہ ہو گیا مگر ہاں یہ ضرور کہتا ہوں کہ اس کی عقل میں فرق آ گیا۔ اور یہ سودا اسے خام قابل اصلاح ہے خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ کہ ہماری جمعیت اسوقت کم نہیں فوج کے بہادر حملہ کے واسطے تیار ہیں۔ اگر سب کی رائے میں معاملہ بغیر جنگ طے نہیں ہو سکتا تو بسم اللہ

فضل۔ آپ فتنہ پرداز امین کی عیاری دیکھتے ہیں کہ موسیٰ کو ناطق بالحق

کا خطاب دیا۔ اور آپ کے خلاف اس کی بیعت پر عہد لیا۔ یہی نہیں۔ ہر چار طرف سے اس کی شرارت کی متواتر خبریں کانوں میں آرہی ہیں وہ جنگ کی تیاریوں میں مصروف ہے۔

اور مجھے یقین کامل ہے کہ عنقریب حملہ ہونے والا ہے اگر اس وقت تدارک نہ کیا گیا تو بلاشبہ نتیجہ خاکم بدہن اچھا نہ ہوگا

ماموں کی پیشانی کی شکن اور تیز ہوئی وہ باغ سے محل کی طرف خاموش بڑھا۔ اور پریشان آیا سپہ سالار فوج طاہر کو بلایا۔ اور کہا کیا کہتے ہو تم کو معلوم ہے کہ امین کی جمعیت تم سے بہت زیادہ ہے۔

طاہر فتح و شکست کثرت و قلت پر منحصر نہیں ہمت و شجاعت کا نتیجہ ہے۔ اقبال شاہی سے فوج جاں نثاری کے واسطے ہر وقت آمادہ ہے۔ شہزادہ امین کا غرور لمحہ بہ لمحہ ترقی کر رہا ہے۔ میں بہت جلد دکھادوں گا کہ حق کیا معنی رکھتا ہے۔

ماموں نے کوچ کا حکم دیا طاہر زمین بوس ہوا اور فتح کے نعرے لگاتا آنکھ سے اوجھل ہوگیا۔

(۵)

بغداد سے علی اور مرو سے طاہر اپنی اپنی فوجیں لیکر روانہ ہو چلے اور دونوں اڑے چلے جارہے ہیں علی کے ساتھ پچاس ہزار ۵۰۰۰۰ فوج ہے اور طاہر کے پاس صرف چار ہزار مگر متفقہ خبریں جو ادھر ادھر سے پہنچ رہی ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ طاہر جنگ کی تیاریاں بہت بڑے پیمانہ پر کر رہا ہے اور علی ٹڈی دل لشکر سے اڑا چلا جارہا ہے۔

فوج کے گھمنڈ اور شجاعت کی خوشی میں علی رے تک پہونچ گیا۔

کثرت جمعیت کی خبر طاہر تک پہونچی مگر اس کے استقلال میں مطلق فرق نہ آیا۔ بہ ظاہر طاہر کی فوج نصف اور چوتھائی تو کیا بارہویں حصہ سے بھی کم تھی۔ مگر ماموں کا جاں نثار سپہ سالار بدستور آگے بڑھا اور رے کے حدود پر ڈیرے ڈال دئے اس وقت صلاح یہ ہوئی کہ چار ہزار پچاس ہزار کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ میدان میں لڑنا کھلی ہوئی ہزیمت ہے ضرورت یہ ہے کہ مقابلہ شہر کے اندر کیا جائے۔ دور اندیش طاہر نے کہا کہ بات ہے تو ٹھیک لیکن دشمن اگر آگے بڑھ آیا تو اس کی فوج دیکھ کر رعیت رعب میں آجائے گی اور نتیجہ یہ ہوگا کہ دشمن سے پہلے شہر کی آبادی ہمارا صفایا کر دے گی۔ بہتر یہی ہے کہ ہم آگے بڑھیں اور رے سے باہر نکل کر دشمن کے سد راہ ہوں یہ فیصلہ کرتے ہی طاہر آگے بڑھا ادھر سے علی بھی سامنے آیا اور اپنی فوج ترتیب سے منقسم کر کے شدت سے حملہ کیا۔ گو طاہر کی فوج تعداد میں بہت کم تھی۔ مگر وعظ اور خطبوں نے وہ جوش پیدا کر دیا تھا کہ ہر شخص سر بکف تھا۔ سب سے پہلے علی کا ایک بہادر حاتم میدان میں آیا اور طاہر کو للکارا۔ طاہر کے اکثر شجاع آگے بڑھنا چاہتے تھے۔ مگر اس نے سب کو روک دیا اور خود مقابلہ پر آیا اور تلوار دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر اس نے زور سے حاتم کے سر پر ماری کہ گردن دو گز کے فاصلہ پر جا کر پڑی۔

حاتم کے قتل ہونے سے علی اور بھی غضبناک ہو گیا اور عام حملہ کا حکم دیدیا اس حملہ کا نتیجہ ظاہر تھا۔ میمنہ اور میسرہ پر طاہر کی فوج پیچھے ہٹی مگر طاہر اپنی ذات سے کوہ گراں کی طرح کھڑا رہا اور ایک ایسی پر جوش تقریر کی کہ بھاگی ہوئی فوج پھر پلٹی اور اس بے جگری سے گھس کر لڑی کہ گو نصف سے زیادہ کام آگئی مگر دشمن میں ہل چل مچا دی اور کثیر جمعیت کے پاؤں اکھڑ گئے۔

علی فوج کا یہ حشر دیکھ کر سٹ پٹا گیا ہرچند جوش دلایا سمجھایا بجھایا مگر ایک نہ چلی متعجب کھڑا تھا۔ ششتدر تھا اور سوچ رہا تھا کہ کیا کرے کہ ایک تیر ایسا آکر لگا کہ جس نے زندگی ہی کا فیصلہ کر دیا۔

(۶)

متعلقین جنگ کی تعداد ہزاروں ہو۔ یا لاکھوں مگر ایک ماں اور دو بچے ایک اپنے پیٹ کا ایک شوہر کا۔ تین آدمی تین منفرق مقامات پر مختلف حالتوں میں بتلا ہیں۔ زبیدہ خاتون قصر زبیدہ میں سربسجود ہے اور اپنے بچہ کی فتح کی جو ہارون کے بچہ کی شکست سے متمنی ہے۔ مامون مرد میں ہجوم افکار میں غرق خاموش کھڑا ہے۔ امین بغداد میں حوض پر بیٹھا مچھلی کے شکار میں منہمک ہے مامون اور زبیدہ دونوں کو اپنی فتح کا یقین کامل ہے اور منتظر ہیں کہ عنقریب قاصد خبر فتح لاتا ہوگا۔ رے سے جہاں وقت نے زبیدہ اور مامون کی توقعات کا فیصلہ کیا دونوں قاصد ایک امین کی خدمت میں اور دوسرا مامون کے روانہ ہوئے قاصد فتح تیر کی طرح اڑا اور ہوا کی مانند رے سے مرو تک ڈھائی سو فرلانگ سے اوپر مسافت تین دن میں طے کرتا ہوا مامون کی خدمت میں حاضر ہوا زمانہ کا قانون جو آج ہے وہ اس وقت تھا جو جب تھا وہ اب ہے اور جو اب ہے وہ ہمیشہ رہیگا۔ زندہ رہی ہیں وہ ہی قومیں اور کامیاب ہوئے ہیں وہ ہی لوگ جنہوں نے زندہ رہنے کی کوشش کی مامون تین شبانہ روز سے نتیجہ جنگ کا منتظر تھا۔ رات کی نیند اور دن کی بھوک سب اڑ چکی تھی۔ قاصد کی صورت دیکھتے ہی دل دھڑ دھڑ کرنے لگا۔ آگے بڑھا۔ طاہر کا خط جلدی سے کھولا اور پڑھا تو لکھا تھا

"یہ خط اس وقت امیر المومنین کی خدمت میں روانہ ہوتا ہے جب علی کا

سر میرے سامنے اس کی فوجیں میرے قبضہ میں اور اس کی انگوٹھی میرے ہاتھ میں ہے۔"

پڑھتے ہی مامون اٹھ کھڑا ہوا۔ سب سے پہلے سجدہ شکر ادا کیا۔ اور پھر دیر تک دعا مانگتا رہا۔ دو روز بعد علی کا سر پہونچ گیا۔ اور تمام خراسان میں پھیرایا گیا۔

زبیدہ خاتون اس میں شک نہیں کہ فتح کی متمنی تھی مامون کی شکست اس کا عین منشا تھا۔ مگر ہارون کی آنکھیں دیکھنے والی بی بی امین کے لہو و لعب میں مستقبل کے حالات پڑھ رہی تھی اور دل گواہی دے رہا تھا کہ اس کی عیش پسندی اور لاپرواہی میں ایک زبردست مصیبت کی پیشین گوئی نہاں ہے قاصد پہونچا تو امین حوض کے کنارے کوثر غلام کے ساتھ رنگ برنگ کی مچھلیوں کے شکار میں مصروف تھا...... یہ مچھلیاں یاقوت و زمرد کی نتھنیاں پہنا کر چھوڑی گئی تھیں۔ اور شرط یہ تھی کہ جو مچھلیاں پکڑے جواہرات بھی اسی کے قاصد آیا۔ امین کو خبر پہونچی۔

مگر وہ اسی طرح شکار سے لپٹا ہوا تھا اس نے پرواہ بھی نہ کی۔ قاصد سر پر پہونچ گیا۔ مگر پھر بھی متوجہ نہ ہوا۔ علی کے قتل فوجوں کے فرار اور گرفتاری کی خبر سنی لیکن اس کے استغراق میں فرق نہ آیا۔ قاصد نے الفاظ مکرر ادا گئے مگر بے سود تھے۔ تیسری دفعہ کے کہتے پر اس نے غصہ سے اس کی طرف دیکھا اور بگڑ کر کہا۔

"بس خاموش ہوجا۔ دیکھتا نہیں کوثر دو مچھلیاں پکڑ چکا ہے اور میں خالی بیٹھا ہوں"

(۷)

علی کا قتل ایک بجلی تھی جس نے زبیدہ کی تمام امیدوں کو مایوسی سے بدل دیا۔ گویا فتح کی توقع اور تمنا تقاضائے فطرت تھا۔ لیکن واقعات بسا اوقات پہلے بھی اس کو مایوس کر رہے تھے اس خبر نے اس کو فوراً نتیجہ پہنچا دیا اور اسے پورا یقین ہوگیا کہ انجام خوشگوار نہیں۔ بڑی مایوسی اسکو امین کے حالات سے تھی۔ جس کو جب ہارون جیسے منتظم باپ کی زندگی جگہ سے نہ سرکا سکی تو زبیدہ جیسی عاشق زار ماں کیا بدل سکتی تھی۔ اس نے علی کا قتل بھی سُنا اور یہ بھی مگر نتیجہ جنگ سے زیادہ امین نے نتیجہ شکار کو اہمیت دی۔

یہ درست کہ زبیدہ خاتون امین کی ماں تھی مگر یہ بھی صحیح کہ ہارون کی محبوبہ دل تواز اس نے فوراً فضل بن الربیع کو طلب کیا۔ اور کہا کیا ہوگیا اور کیا ہوگا۔

واقعات ذمہ دار ہوں یا معاملات، مگر یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ فضل کی ذات بھی اس خونریزی کے الزام سے بری نہیں۔ اس نے شروع ہی سے بلکہ یوں کہنا چاہیئے۔ کہ ہارون کی زندگی ہی میں وہ بیج بودئے تھے جنکے ثمر اسوقت ملے۔ جنگ کا نتیجہ جو ہونا چاہیئے تھا وہ ہوگیا۔ زبیدہ بچہ نہ تھی کہ فضل کی باتوں میں آکر مطمئن ہو جاتی۔ وہ ہر وقت مضطرب اور متفکر رہی ہاں امین کو فضل نے یہ کہہ کر ٹھنڈا کر لیا کہ اس نقصان کی تلافی کرتا ہوں۔ اور ماموں کے وکیل کو بلا کر جو بغداد میں متعین تھا۔ تمام مال و متاع ضبط کر دس لاکھ کے قریب اور روپیہ وصول کر لیا۔

سچ پوچھو تو فضل کا یہ فعل امین جیسے سادہ لوح کے واسطے کیسا ہی معقول ہو مگر عقل سلیم تو اسکو حماقت ہی تسلیم کرے گی۔ طاہر لشکر جرار سے برابر بڑھتا چلا آرہا تھا اور امین مزے سے حسین لونڈیوں کے مجمعوں میں محو تھا۔ زبیدہ اس کے سوا کہہ ہی کیا سکتی تھی۔ کہ اس نے ایک روز امین کو اپنے پاس بلایا اور کہا

"مجھکو نتیجہ اچھا نہیں معلوم ہوتا اس عیش پرستی میں خون کی بو آرہی ہے بے فکری کے دن گذر گئے۔ یہ خاموشی کا وقت نہیں کام کا وقت ہے نہ معلوم میری آنکھیں کیا کیا دیکھیں گی اور تقدیر کو کیا کیا دکھانا ہے۔ مجھے قصر زبیدہ اور خلافت امین کی خیر نظر نہیں آتی۔ رات آنکھوں میں کٹتی ہے۔ اور دن گھبراہٹ میں ختم ہو جاتا ہے، اگر تم کو اپنے جلسوں سے فرصت نہیں تو یہ سب کچھ ماموں کے سپرد کرو مجھے یقین کامل ہے کہ وہ تمہاری محبت اور میری عزت میں فرق نہ آنے دیگا اور ہم اس مصیبت سے محفوظ رہیں گے۔ جو تمہاری غفلت سے سر پر آنے والی ہے"

امین کا سر ماں کی گود میں جھکا ہوا تھا۔ ماں نے پیار کیا اور کہا" خدا اس سر کی عزت بڑھائے اور اسکو بلند رکھے۔ لیکن میں مستقبل کے خیال سے کانپ رہی ہوں۔ امین باپ کی روح کا واسطہ اپنی حالت سنبھال"

ماں کی اس گفتگو کا اثر یا فضل کی کوشش کا نتیجہ ایک اور فوج تیار ہوئی۔ جس کی تعداد بیس ہزار کے قریب تھی عبدالرحمٰن سپہ سالار مقرر ہوا اور زبیدہ نے باآواز بلند ان سب کو فی امان اللہ کہا۔

اس وقت طاہر ہمدان کے پاس مقیم تھا۔ عبدالرحمٰن نے اسی کو اپنا صدر مقرر کیا اور فوج چاروں طرف متعین کی کہ طاہر حملہ نہ کرسکے۔ مگر اس کا دل علی کے قتل سے بہت بڑھ گیا تھا۔ اس نے عبدالرحمٰن کے پہونچتے ہی اس شدت سے حملہ کیا کہ عبدالرحمٰن کو اس کے سوا چارہ نہ رہا کہ دروازہ بند کرے اور محصور ہو جائے۔ طاہر تین ہفتہ تک محاصرہ کئے پڑا رہا بالآخر عبدالرحمٰن امن کا طالب ہوا اور شہر خالی کر جدھر منہ اٹھا چلا گیا۔ طاہر کو اس کامیابی پر جسقدر مسرت ہوتی کم تھی ہمدان پر ماموں کے فتح کا جھنڈا اڑا۔ آگے بڑھا۔ مگر ایک ہی پڑاو کیا تھا

کہ عبدالرحمٰن ایک زبردست فوج سے حملہ آور ہوا۔ رن گھمسان کا تھا۔ اور حملہ کا ابتدائی رنگ امین کے موافق۔ خود طاہر کے پاؤں اکھڑ چکے تھے لیکن اس نے وہی اپنا پرانا داؤں کیا اور ایک ایسی تقریر کی کہ فوج پل پڑی اور ایسا زبردست حملہ کیا کہ عبدالرحمٰن نہ سنبھال سکا۔ عبدالرحمٰن کی ہمت قابل داد ہے۔ لوگ بھاگ گئے مگر وہ پیچھے نہ ہٹا اور مارا گیا۔

اب طاہر کی شجاعت دور دور مشہور ہوگئی جبل پورا اس کے قبضہ میں تھا مامون کو ان خبروں نے اسقدر مسرور کیا کہ طاہر کی ہمت وجرأت کی رات دن تعریف کیا کرتا تھا۔

زبیدہ خاتون کو عبدالرحمٰن کے قتل اور فوج کی شکست نے سخت پریشان کیا گو امین کی ہمت میں اب تک فرق نہ آیا تھا مگر وہ سمجھ گئی تھی کہ وہ وقت دور نہیں ہے کہ مامون کا جھنڈا بغداد میں لہرائے گا۔ اس نے پھر امین کو بلایا اور روکر کہا۔ "عیش کے دن ہو چکے اب یہ سر اور تاج خاک میں ملتا ہے اور اس کے ساتھ ہی قصر زبیدہ کی اینٹ سے اینٹ بجتی ہے جہاں ناچ رنگ کی محفلیں جم رہی ہیں یہاں خاک وخون کے دریا بہنے والے ہیں۔ نگاہ اونچی کر آنکھیں کھول دیکھ طاہر سر پر آگیا"۔ شراب کے ساتھ ہی غفلت کے نشہ میں بھی امین چکنا چور تھا۔ مسکرایا اور کہا "علی اور عبدالرحمٰن کی موت نتیجہ جنگ نہیں ہو سکتی ابھی بغداد میں ایسے ایسے جوان موجود ہیں۔ جو آن واحد میں طاہر اور مامون دونوں کو خاک میں سلا دیں۔ آپ ابھی مایوس نہ ہوں۔ اور عنقریب سن لیں کہ کیا ہوتا ہے"۔

چالیس ہزار فوج امین نے اس وقت اور تیار کی یہ وہ گروہ تھا جس میں دولت عباسیہ کے مشہور شجاع خلافت امینیہ پر نثار ہونے کو موجود تھے طاہر بجلی کی طرح چمکتا گرجتا بڑھا چلا آرہا تھا مگر جب اس نے یہ سنا کہ احمد بن

مرشد اور عبد اللہ بن حمید جیسے سردار آرہے ہیں تو وہ سمجھ گیا کہ مقابلہ آسان نہیں اور اب ضرورت شجاعت کی نہیں تدبیر کی ہے۔ مقابلہ ہونے سے پہلے دونوں کے پاس علیحدہ علیحدہ قاصد روانہ کئے اور ظالم کچھ ایسی چال چلا کہ دونوں میں تفرقہ پڑ گیا۔ اور آپس میں لڑائی شروع ہوئی۔

مامون میدان جنگ میں موجود نہ تھا مگر قاصد دم دم کی خبریں پہونچا رہے تھے۔

وہ طاہر اور اس کی فوج کو اس کارگزاری پر انعام واکرام سے مالا مال کر رہا تھا۔ برخلاف اس کے امین اس وقت بھی کہ وقت نے پاسہ پلٹ دیا۔ متواتر ہزیمتیں ہو رہی تھیں۔ اپنے کرتوت سے باز نہ آتا تھا۔ پچاس پچاس لونڈیوں کے چار طائفے علی الصباح رقص و سرود کے فرائض انجام دیتے جب وہ بستر استراحت سے بیدار ہوتا۔

(۸)

زمانہ کا نشیب و فراز چشم بینا کے واسطے صداقت کا راز اور قدرت کی آواز ہے آنکھیں وہ منظر فراموش نہیں کر سکتیں جب ہارون کا تاج شاہی اقبال زبیدہ کو بوسے دے رہا تھا۔ اور خلافتِ عباسیہ کا ہر ذرہ اس کے نام پر قربان تھا۔ شمال سے جنوب اور مشرق سے مغرب تک اس کا ڈنکا بجتا تھا، آج یہ وقت ہے۔ کہ قصر زبیدہ جو جاہ و حشم کا مرکز اور دولت و حکومت کا گھر تھا انقلاب کے خوف سے تھر تھر کانپ رہا ہے اور سلطنت پر حکومت کرنے والی بیگم کی آنکھ سے زار و قطار آنسو کی لڑیاں بہہ رہی ہیں آمیدیں قریب قریب ختم ہوئیں توقعات بظاہر مٹ چکیں اور اگر کچھ ہے تو احمد اور عبد الرحمٰن کی مساعی متفقہ کا نتیجہ۔ تاریخ سے بہت زیادہ کتابِ زمانہ کے اوراق انقلاب سے لبریز ہیں بڑے بڑے تاجدار

خاک میں رل مل کر آغوش زمین میں سوتے ہوں لیکن دنیائے حیات کو جگمگا دینے والے جواہرات اس کی گود میں دیکھتے ہی دیکھتے ایسے پھیکے پڑے کہ روشنی اندھیرے سے اور سپیدی سیاہی سے ہمیشہ کو بدل گئی۔

ایک ہزار لونڈیاں جو ہر وقت زبیدہ کی جلو میں حاضر رہتی تھیں۔ اس وقت بھی موجود ہیں مگر کسی کی ہمت نہیں تھی کہ آگے بڑھ کر کوئی بات کر سکے۔ ملکہ حیران و پریشان دیوانوں کی طرح چاروں طرف پھر رہی ہے دانت پیستی ہے ہاتھ مارتی ہے آسمان کی طرف دیکھتی ہے زمین میں نظر گاڑتی ہے اور پھر آگے بڑھ جاتی ہے۔

دن کے دس بجے ملکہ نے یہ خبر سنی کہ احمد اور عبد اللہ جن کی شجاعت کے نتیجہ کا انتظار تھا۔ نادم و شرمسار در دولت پر حاضر ہیں اور چالیس ہزار فوج آپس میں لڑ کٹ کر ختم ہوئی۔

متواتر افکار نے ملکہ کو اس قدر نحیف و زار کر دیا تھا کہ راستہ چلتے چکر آتے تھے آنکھوں میں بجلی کوند گئی۔ کانوں نے سنا مگر زبان نے کچھ نہ کہا۔ کچھ دیر خاموش رہی اور اس کے بعد قصر امین میں آئی۔

امین رقص و سرود میں غرق تھا تانیں اُڑ رہی تھیں۔ دور چل رہا تھا۔ زبیدہ کی صورت دیکھتے ہی مجلس درہم برہم ہو گئی۔ امین اٹھا اور ماں کے قریب پہونچکر گردن جھکا دی۔

زبیدہ تھر تھر کانپ رہی تھی اور انجام کی خطرناک تصویر ہر پہلو سے اپنا خوفناک چہرہ دکھا رہی تھی۔ اس نے صرف اتنا کہا اور آنکھ سے آنسو جاری ہو گئے۔

"دولت عباسیہ کے دو نامی مشہور سردار احمد اور عبد اللہ جن پر ہم کو پورا بھروسہ تھا۔ طاہر کے فریب سے متزلزل ہو گئے وہ جری فوج جس کی شجاعت پر میری زندگی اور میری عزت کا انحصار تھا خاک میں مل گئی۔ یہ ناکامی بربادی

کا پیش خیمہ اور تباہی کا آغاز ہے۔ امین بہت سویا۔ اب بیدار ہو۔ آسمان و زمین تیری حالت کا مرثیہ پڑھ رہے ہیں۔ امین رحم کر اور وہ وقت نہ دیکھ اور وہ کیفیت نہ دکھا کہ یہ زر و جواہر کو ٹھکرانے والے پاؤں بغداد کی گلیوں میں خاک اڑائیں اور میری گود میں پلنے والا امین دشمن کے قبضہ میں ہو۔ پہلے بھی کہا اور اب بھی کہتی ہوں اس وقت مشورہ تھا اب فیصلہ ہے کہ جس طرح ہو مامون کے پاس چلا جا اور مجھکو پہونچا دے میں اس کی ماں ہوں خلافت مامون خود میرا استقلال کریگی اور بقیہ عمر اطمنان سے بسر ہو جائے گی۔

(۹)

امیر المومنین مامون الرشید کے جوہر آبدار طاہر وفادار کی تلوار بجلی کی طرح چاروں طرف کوند رہی ہے۔ فتح اس کی ہمرکاب ہے اقبال اس کا غلام احمد اور عبدالرحمٰن کی واپسی نے اس کا حوصلہ اور بھی بلند کردیا وہ خود سلاستان میں ٹھیرا اور رستمی کو اہواز پر بھیجا امین کے عامل محمد نے یہ خبر سنتے ہی اہواز کی قلعہ بندی شروع کی مگر یہ کارروائی مکمل نہ ہوئی تھی کہ رستمی خونخوار لشکر سر پر آ پہونچا اور سخت معرکہ میں بھی امین کی تقدیر نے فتح کا سہرا مامون کے سر باندھا۔ محمد نے دشمن کی فوج کو بہت کچھ نقصان پہنچایا اور ہزارہا آدمی قتل گئے مگر خود بھی مارا گیا۔ اب ادھر کا علاقہ صاف تھا اور کوئی روک ٹوک نہ تھی۔

اس فتح کے بعد مامون نے لقب امیر المومنین اختیار کیا۔ اور اب طاہر واسطہ کی طرف چلا یہاں کا عامل امین کی تقدیر سے بھی زیادہ بودہ نکلا۔ اور طاہر کا نام سنتے ہی رفو چکر ہوگیا۔ اس نواح میں جو کچھ قوت تھی وہ واسطہ ہی کی تھی اس کا یہ حشر دیکھ کر کوفہ اور بصرہ خود ہی مطیع ہو گئے اور اس فتح کے بعد یعنی سنہ ۱۹۶ء سے امین کی حکومت بغداد کے آس پاس کے مقامات تک محدود رہ گئی۔

(۱۰)

وہ زبیدہ خاتون جس کا نام آج تک تاریخ میں اور جس کی زندگی کے آثار

اب تک دنیا میں موجود ہیں۔ تن تنہا باغ میں کھڑی ہے۔ تاروں بھری رات اس اس کے سر پر ہے اور ہوا کا نغمہ اس کے کانوں میں۔ تارے جھلملا جھلملا کر اس کی آنکھوں کو منظر فنا دکھا رہے ہیں۔ اس کو اب قصر زبیدہ کی ضرورت ہے نہ خلافت امین کی پروا صرف بچہ کی جان کے لالے ہیں۔ کچھ سوچا چلی اور محل میں آئی۔ عائشہ بنت مغیر قدمبوس ہوئی اور عرض کیا۔

"کیا خبر تھی ملکہ عالم کہ زمانہ یہ دن دکھائے گا۔ اپنی حالت پر رحم کیجئے مامون الرشید ایسا سنگدل نہیں کہ امین کو خدانخواستہ اذیت پہونچائے۔ آپ کی عزت مامون کی اپنی عزت ہے ان توہمات کو اپنے دل سے نکال دیجئے"۔

(**زبیدہ**) عائشہ یہ وہم نہیں اندیشہ ہے۔ اور اس بات کا پورا ہونا یقینی اور سامنے آنا لازمی۔ جن نمک حراموں نے ظل سبحانی کے آنکھ بند کرتے ہی ایذا رسانی پر کمر باندھ لی وہ جو کچھ نہ کریں تھوڑا ہے مامون اپنی ذات سے رقیق القلب سہی مگر ظالم اپنی کرنی میں کسر نہ چھوڑیں گے اگر تقدیر مجھکو یہ وقت دکھائے گی کہ میں اس محل سے نکل کر جنگل کی خاک چھانوں میرے سر پر ردا نہ ہو میرے پاؤں میں کفش نہ ہوں مجھے منظور۔ لیکن کیا عائشہ میں وہ وقت دیکھوں گی کہ میرے جگر کا ٹکڑا۔

شہزادہ امین . . . .

ہائے عائشہ کس دل سے کہوں امین . . . .

قتل ہو اور میں زندہ رہوں۔

اتنا کہہ کر بدنصیب ماں نے ایک چیخ ماری اور امین امین کہتی گر پڑی۔ ہاتھ پاؤں ٹھنڈے پڑ گئے۔ بتیسی بیٹھ گئی۔ نبضیں کمزور۔ اور آنکھیں بند ہو گئیں خواصیں

دوڑیں۔ لونڈیاں گھبرائیں۔ اور آناً فاناً یہ خبر تمام شہر میں مشہور ہوگئی۔

آدھی رات کا وقت تھا۔ امین اپنے جلسے میں سرگرم تھا کہ ایک کنیز نے مفصل حال سنایا اُٹھا اور آیا۔ اور صبح سے پہلے تمام اراکین دربار قصر زبیدہ میں موجود تھے۔ شمع حسرت و یاس سے دم توڑتی ہوئی وداع ہو رہی تھی کہ ملکہ نے آنکھ کھولی۔ نگاہ سب سے پہلے اسی صورت پر پڑی۔ جس کی اذیت کے اندیشہ نے یہ حالت کردی امین آگے بڑھا۔ بیتاب ہو کر اٹھی کلیجہ سے لگایا روئی اور خاموش ہوئی۔ پھر روئی۔ امین ہر چند سمجھاتا رہا مگر ماں کی ہچکی بند نہ ہوتی تھی۔ فضل بن ربیع وزیر اعظم حاضر تھا۔ عرض کرنے لگا۔

"قلب کی حالت درست فرمائیے اول تو اس وقت تک مایوسی کی کوئی وجہ پیدا نہیں ہوئی اور اگر خدا کو یہی منظور ہے کہ ملک پر ماموں کا سکہ جاری کرے تو وہ ایسا ظالم نہیں کہ آپ کی جسمانی یا روحانی اذیت جائز سمجھے۔"

زبیدہ کچھ دیر خاموش رہی فضل کو کچھ جواب نہ دیا اور اس کے بعد روئی اور کہا۔

"فضل میرے ہاتھ پاؤں میں سنسنی ہے۔ میرا کلیجہ اچھل رہا ہے میری جان نکل رہی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ موت مجھکو دبا چکی میں کیا کروں مجھے ہر وقت یہ دکھائی دے رہا ہے کہ . . . .

روسیاہ طاہر چھری ہاتھ میں لئے محل میں گھس آیا اور امین کی گردن کمٹے ہا ئے . . . .

(۱۱)

فضل اور امین دونوں معاملات جنگ پر بحثیں کر رہے ہیں۔ گفتگو دیر تک رہی اور فیصلہ آخر یہ ہوا کہ علی بن محمد سپہ سالار مقرر کیا جائے اور

ایک عظیم الشان فوج طاہر کی سرکوبی کو روانہ ہو۔
علی بن محمد کی شجاعت کا سکہ دور دور بیٹھا ہوا تھا اور گو طاہر پہلے اس کا نام سن کر سٹ پٹایا۔ مگر متواتر فتوحات نے اس کا دل اتنا بڑھا دیا تھا کہ اس نے زیادہ پرواہ نہ کی اور نہروان پر لڑائی شروع ہوئی۔ امین کا لشکر وہ لشکر تھا جس میں چار سو سے زیادہ منتخب افسر موجود تھے۔ مگر افسوس یہ کوشش بھی کارگر نہ ہوئی۔ اور علی زندہ گرفتار ہو گیا۔
اس شکست نے امین اور فضل کی قوت کا خاتمہ کیا۔ امین ہارون کا لڑکا ہونے میں ماموں کے برابر ہو۔ مگر زبیدہ کا لخت جگر ہونے میں اس سے فائق تھا۔ اور اس کے اس قدر جواہرات موجود تھے کہ فضل نے بجائے تیغ و تبر کے زر و جواہر سے کام لینا چاہا ایک یہ ہی آخری کوشش باقی رہی تھی جو بہت کارگر ثابت ہوئی۔ پانچہزار سے زیادہ آدمی طاہر کا ساتھ چھوڑ کر بغداد حاضر ہوئے امین نے ان کو مالا مال کیا۔ مگر بدنصیب یہ نہ سمجھ سکا کہ جنہوں نے آقا سے وفا نہ کی وہ مجھ سے کیا کریں گے۔ صرصر میں ایک خفیف سا معرکہ اس جمعیت سے طاہر کا ہوا مگر اس نے پسو کی طرح مسل دیا۔ کچھ مارے گئے کچھ بھاگ گئے۔

(۱۳)

وہی قصر زبیدہ ہے اور وہی بدنصیب زبیدہ، چہرہ پر ہوائیاں اڑ رہی ہیں۔ دل دھکڑ دھکڑ کر رہا ہے۔ رات اختر شماری میں اور دن گریہ و زاری میں ختم ہوتا ہے۔ تمنی ہے کہ کہیں کان ایک مرتبہ فتح کی خبر سن لیں۔ جانتی ہے کہ طاہر ہوا کی طرح اڑتا چلا آرہا ہے ڈرتی ہے کہ دیکھئے انجام کیا ہو۔ ڈرتی ہے کہیں جفاکار امین کو آزار نہ پہونچائے۔ علی کی گرفتاری کا حال سنا اور پتھر کی طرح گم صم ہو گئی۔ تھوڑی دیر بعد بیٹھی سوچتی رہی پھر اٹھی امین کے پاس گئی اور کہا۔

"ابھی وقت باقی ہے اور اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ میں تجھ کو لے کر مامون کے دربار میں حاضر ہوں اور پناہ مانگوں۔ ہارون موجود نہ سہی مگر یہ ہاتھ جنہوں نے مامون کے باپ کی آنکھیں دیکھی ہیں مامون سے ملتجی ہو جائیں گے طاہر سے التجا نہ کریں گے۔ اگر اب بھی انکار ہے تو نتیجہ ظاہر اور انجام روشن"

امین نے ماں کی اس تجویز پر عمل کیا نہ جواب دیا رعیت کو انعام واکرام دیکر ایک فوج بھرتی کی۔ یہ لوگ وہ تھے۔ جنہوں نے کبھی لڑائی کا نام بھی نہ سنا تھا۔ اصلی فوج اور قدیم افسر اول تو قتل ہی ہو چکے تھے جو باقی تھے یہ رنگ دیکھ کر کہ ناا ہلوں کو مالا مال کر رہا ہے۔ شکستہ دل ہوئے۔ طاہر نے چپکے ہی چپکے اُن سے نام و پیام شروع کر دیئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ زبیدہ الگ رہی۔ نئی اور پرانی فوج میں نفاق پڑ گیا۔ اور باہمی نزاع شروع ہو گیا۔ تقدیر اسباب پیدا کرتی ہو۔ امین نئی فوج پر مہربان تھا۔ حکم دیا باغی گرفتار ہوں۔ ادہر یہ ہو رہا تھا ادہر بڑہتے بڑہتے طاہر باب الانبار آ پہونچا اور ڈیرے ڈال دیئے۔

(۱۳)

بند نہیں ہوئی ہیں ابھی وہ آنکھیں جنہوں نے ملکہ زبیدہ کی سواری کا تزک و احتشام دیکھا۔ زندہ ہیں ابھی وہ کان جنہوں نے حکومت ہارون اور اقبال زبیدہ کے نعرے سُنے۔ دیکھیں وہ آنکھیں اور آئیں وہ کان جنہوں نے دیکھا اور سنا کہ سلطنت کا مالک اس کے ایک حکم پر قربان ہے غروب آفتاب کے بعد جب طاہر نے باب الانبار میں قیام کیا رات اس ملکہ کے سر پر کس طرح آئی۔ جس کے واسطے ایک تھان پچاس پچاس ہزار اشرفی کا بنایا گیا۔ طاہر کے باب الانبار کا قیام نہ معلوم کیا جادو تھا کہ سنتے ہی ننگے سر ننگے پاؤں محل سے باہر نکل آئی۔ ایک ایک چیز کو حسرت سے دیکھتی تھی اور مایوس نظریں ہر جگہ پناہ کی ملتجی

تھیں اور واقعات یقین دلا رہے تھے کہ بہت جلد آنکھیں اس کلیجہ کے ٹکڑے کی موت دیکھیں گی جس پر زندگی کی ہر خوشی کا انحصار ہے اور جس کے بعد جینا بے سود اور رہنا بے کار۔ خواصوں نے شہزادے کو اطلاع دی امین دیکھ چکا تھا کہ ابھی چند روز ہوئے اس فکر نے ماں کی جان پر بنا دی تھی دوڑا ہوا آیا اور کہنے لگا۔

"یہ صحیح کہ جفا کار طاہر باب الانبار تک پہنچ گیا۔ مگر بغداد کی دس لاکھ آبادی میرے قدموں پر اپنی جانیں قربان کرنے کو آمادہ ہے۔ آمین کا قتل آسان نہیں آپ اطمینان سے بیٹھیں میں نے تمام انتظام کر لیا ہے۔ بہت جلد طاہر کا سر خدمت اقدس میں حاضر ہوتا ہے"۔

زبیدہ خاتون نے ایک ٹھنڈا سانس بھرا۔ محبت کے ہاتھ بڑھا کر بچہ کو کلیجہ سے لگایا آنکھ میں آنسو آ گئے۔ اس کی صورت دیکھی اور کہا۔

"امین یہ مکھڑا اٹھائیس سال کی محنت ہے۔ ظاہر ہے جو ہونیوالا ہے۔ سن لوں گی جو ہو گا۔ اور جانتی ہوں جو گذرے گی۔ اب بھی سنبھل ابھی وقت باقی اور موقعہ موجود ہے جس طاقت کو مرد سے بغداد تک کوئی قوت نہ روک سکی۔ جس طاہر کو وہاں سے ایک ایک لمحہ کے واسطے ناکامی کا منہ دیکھنا نہ پڑا اب اس کی ہزیمت محال ہے۔ میں دیکھ رہی ہوں کانپ رہی ہوں۔ گھبرا رہی ہوں اس انجام سے جو آنیوالا ہے کہتی ہوں امین پھر کہتی ہوں ماموں کیسا ہی دشمن ہو۔ خون کا جوش تیری سفارش کریگا اور یقین کر اس کا فیاض دل تیری ہستی کو سر اور آنکھوں پر رکھے گا۔

(۱۴)

اسلام کی دوسری صدی کی تکمیل سے چار سال قبل ماہ ذی الحجہ کا وہ آفتاب

جو تیرہویں مرتبہ دنیا پر روشن ہوا۔ طلوع کے ساتھ ہی اس حکم کا اعلان کرتا ہے کہ سوا ان کے جو امن کے طالب ہوں بغداد کی تمام سرزمین خاک سیاہ کردی جائے۔ طاہر کے اس حکم کی فوراً تعمیل ہوئی اور آن واحد میں عروس البلاد پر آگ اور پتھر کا مینہ برسنے لگا سربفلک عمارتوں اور عالیشان محلوں کی دیکھتے دیکھتے اینٹ سے اینٹ بج گئی وہ پُرفضا باغ جو نمونہ جنت تھے وہ دلکش ایوان جو بے مثل و بےنظیر تھے چند روز میں کھنڈرین گئے محلے کے محلے تباہ اور گھر کے گھر برباد ہو گئے۔ خانماں برباد رانڈ عورتیں یتیم بچے واویلا کرتے تھے۔ مگر گولہ باری میں فرق نہ آتا تھا۔ صبح سے شام اور شام سے صبح تک آگ برستی تھی۔ اور پتھر گرتے تھے۔ سعید بن مالک اور محمد بن علیسیٰ نے جو امین کے مشہور سپہ سالار تھے۔ دلیری سے مقابلہ کیا مگر زیادہ دیر نہ ٹھیر سکے۔ اور جب یقین ہو گیا کہ اب جان کی خیر نہیں۔ تو مجبور طاہر کی پناہ میں پہونچے۔

بدنصیب امین اور اس کی مظلوم ماں یہ سب کچھ اپنی آنکھ سے دیکھ رہے تھے مگر کچھ نہ کرسکتے تھے۔ ماں بیٹیوں نے وہ وقت بھی دیکھ لیا کہ عبداللہ اور محمد طائی جیسے نمک خوار جو امین کے پسینہ پر خون گرانے کے مدعی تھے۔ طاہر سے جا ملے اور صرف معمولی چند لوگ ملکہ زبیدہ اور شہزادہ امین کے ساتھ رہ گئے۔ یہ موجودہ دستہ کہنے کو تو اوباش تھا اور قوانین جنگ سے قطعاً ناواقف لیکن قصر صالح پر اس جرأت سے لڑے کہ طاہر کے بھی چھکے چھوٹ گئے۔ مگر جمعیت کافی نہ تھی۔ چاروں طرف سے گھیر کر اس نے مکرر حملہ کیا۔ گو اب زندگی کی کوئی اُمید نہ تھی تاہم ان کی مردانگی قابل داد ہے کہ اپنے سے چوگنی فوج کو تباہ کرتے ہوئے امین پر قربان ہو گئے طاہر اس نقصان سے آگ بگولا ہو گیا۔ اور حکم دیا کہ دجلہ سے دارالرقیق اور باب الشام سے باب الکوفہ تک تمام آبادی نیست و نابود کی جائے۔

سات گھنٹہ میں شہر کے اس خوشنما قطعہ میں گدھے کے ہل پھر گئے جو حصہ دلچسپی کا معدن اور دلکشی کا مخزن سمجھا جاتا تھا دہاں کتے لوٹتے تھے یہ سب کچھ ہوا مگر بغداد پھر بغداد تھا۔ گو رعیت گرفتار مصائب تھی مگر ماؤں نے اپنے کلیجہ کے ٹکڑے باپوں نے اپنی آنکھوں کے تارے بیویوں نے اپنے سر کے سرتاج اور شوہروں نے عصمت کی دیویاں ملکہ زبیدہ اور اُس کے لال شہزادہ امین پر قربان کیں مگر طاہر کی اطاعت قبول نہ کی اب طاہر نے یہ انتظام کیا کہ باہر سے کھانے پینے کی کوئی چیز شہر کے اندر نہ پہنچنے پائے۔

یہ جان نثار گروہ جو اسوقت امین کے ساتھ تھا باقاعدہ فوج یا قواعد داں جمعیت نہیں صرف رعیت تھی مگر کیسی جان نثار کہ کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ لیکن استقلال میں فرق نہ آیا قصر شماسیہ پر طاہر کے مشہور سردار عبداللہ نے متواتر تین حملے کئے اور تینوں دفعہ ناکام رہا رعیت کٹی مگر ایک قدم پیچھے نہ ہٹی۔ اُمید دونوں ماں بیٹوں کا ساتھ چھوڑ چکی تھی اور عہد گذشتہ کا جاہ و جلال ایک خواب نظر آرہا تھا۔ وقت تنگ زمانہ مخالف جان خطرے میں دل مصیبت میں تھا بھروسہ کے آدمی ختم اور قابل اعتماد ہستیاں فنا ہو چکی تھیں۔ خواب حکومت کی تعبیر گنتی کے دو چار آدمی پاس رہ گئے تھے۔ زمانہ اپنے زبردست قوت کا اثر زبیدہ اور امین کو نہیں۔ ایک دنیا کو دکھا رہا تھا۔ کیسے کیسے جاں نثار رفیق جنہوں نے عمریں قصر الخلد کی جبہ فرسائی میں بسر کیں جو نام پر پروانہ رہے۔ آج ملکہ کی بربادی اور شہزادہ کے قتل پر کمربستہ تھے وقت اپنی زندگی کے ہر لمحہ کی یادگار چھوڑتا ہوا اُسا چلا جارہا تھا۔ ایک سال اس محاصرہ میں گذرا اور وہ ساعت آئی جب حزیمہ جیسا نمک خوار جس نے گھٹنوں اپنا سر امین کے قدموں سے نہ اُٹھایا تھا۔ طاہر کا رفیق بنا۔

الفاظ ادا نہیں کر سکتے کہ کیا گذری ہوگی۔ زبیدہ خاتون کے دل پر جب ۲۴ محرم کی صبح کو حزبیہ طاہر کے حکم سے شرقی دروازہ سے شہر میں داخل ہوا اور دجلہ پر علم نصب کر کے اعلان کیا کہ خلیفہ امین معزول کر دیا گیا۔

اس اعلان نے بدنصیبوں کی رہی سہی کمر توڑ دی دوسرے روز طاہر نے مغربی دروازہ پر حملہ کیا۔ اور اندر داخل ہوا۔ شہر کامل طور پر فتح ہو چکا تھا مگر زمانہ کی آنکھیں ابھی کچھ اور دیکھنے کی متمنی تھیں۔ مدینۃ المنصور اور قصر زبیدہ کا محاصرہ کیا جو ایک نئی مصیبت تھی۔

(۱۵)

فاعتبروا یا اولی الابصار وہ زبیدہ خاتون جس کی آنکھ کی ایک گردش نے تاج دار عباسیہ کے احکام زیر و زبر کر دیئے۔ آج اس محل میں جہاں کا ہر ذرہ اسکے قدم چومتا تھا قید ہے۔ مگر اس چڑیا کی طرح جو مینہ اور اولوں کے سخت طوفان میں اپنے بچوں کو کلیجہ سے چمٹائے گھونسلے میں بیٹھی رہتی ہے امین کے لئے اللہ اللہ کر رہی ہے۔ اس کے کان آہٹ پر اس کی آنکھیں چوکھٹ پر ہیں۔ ڈر رہی ہے سہم رہی ہے کانپ رہی ہے کہ عنقریب طاہر اندر گھسکر دیکھئے کیا دکھاتا ہے وہ اچھی طرح سمجھتی ہے کہ امین میری آنکھوں کے سامنے چند ساعت کا مہمان ہے۔ موت سر پر آگئی اور وہ گھڑی آ رہی ہے جو آنکھوں کے تارے اور کلیجہ کے ٹکڑے امین کو خاک میں ملا دیگی اسکی آنکھیں میں آنسو نہیں اسکے لب پر آہ نہیں لیکن دنیا اسکی آنکھوں میں خاک ہے۔ اٹھتی ہے۔ بچے کو دیکھتی۔ بلائیں لیتی ہے گلے سے لگاتی ہے اور ہٹ جاتی ہے۔

دنیا دیکھ رہی ہے اور وقت دکھا رہا ہے۔ کہ جسنے ہزاروں کی مصیبتیں چشم زدن میں رفع کر دیں آج اسکی مصیبت میں کام آنیوالا تو درکنار کوئی آنسو تک گرانیوالا نہیں بیقراری حد سے گذری اضطراب انتہا کو پہونچا مگر مایوسی نے ایک توقع پیدا کی اور اس حالت

میں جب واقعات قطعاً جواب دے چکے تھے پھر دل نے صدا دی کہ آج مصیبت ماروں پر رحم کرنیوالا ماموں کے سوا کوئی نہیں وہی ایک ہے جو مصیبت کو مسرت سے بدل سکے۔ ماں کی درخواست پر امین نے خط طاہر کو لکھا " آپس کی لڑائیوں نے آج نوبت یہانتک پہنچادی کہ مردوں کی عزت اور عورتوں کی عصمت غیروں کے ہاتھوں نرغہ میں ہے۔ طاہر مجھکو نکال دے کہ میں اپنی ماں کو لیکر بھائی کے پاس چلا جاؤں۔ یقین کرکہ میری رگوں میں ہاشمی خون موجود ہے میں امیر المومنین مامون الرشید کا بھائی ہوں۔ اور میری ماں زبیدہ خاتون میری ہی نہیں۔ بھائی مامون کی بھی ماں ہے۔ ہم دونوں کو بھائی کے دربار تک پہونچ جانے دے۔

(۱۶)

جس مہینہ کی دس تاریخ نے تاریخ اسلامی میں باب کربلا کا اضافہ کیا اسی کی دس تاریخ ہے اور وقت وہ ہے کہ محمد بن حاکم اور محمد بن اغلب جیسے وفاداران کو بھی جان کے لالے پڑ گئے۔ امین کی ٹوٹی پھوٹی خلافت اور اُجڑی اُجڑائی طاقت اگر کچھ باقی ہے تو لے دے کے ایک آدھ صورت مگر جب انہوں نے آکر عرض کیا کہ نمک حراموں نے ہم کو دھوکا دیا۔ رفیق دغاباز اور دوست مکار نکلے دشمن سر پر آپہونچا۔ اب زندگی کی کوئی تدبیر ہے تو یہ ہے کہ رات کے وقت شام کی طرف نکل جائیے تو امین ان کا منہ تکنے لگا ندیموں کی عیاری نے اس کے اوسان چکرا دیئے تھے وہ محمد بن حاتم سے لپٹ گیا اور کہا کہ " میرا دماغ پریشان ہے میں دوست دشمن کی تمیز نہیں کر سکتا۔ جنہوں نے گھٹنوں میرے سامنے نگاہ اونچی نہ کی جن کو میں نے عمر بھر مالا مال کیا جنہوں نے بیعت کے حلف اُٹھائے آج وہ میری جان کے دشمن ہیں۔ خزیمہ جیسا وفادار طاہر کا طرفدار ہو کر مجھ کو گنہ گار سمجھ رہا ہے۔ اگر تمہاری صلاح مکر نہیں تو اچھا چلا جاتا ہوں۔ لیکن یہ میرا آخری وقت ہے اور اسوقت پاؤں

تلے کی چیونٹی بھی میری جان کی دشمن ہے۔ یہ نہو کہ تم جیسے نمک حلال دوستوں کی عیاری کا صدمہ لیکر دنیا سے رخصت ہوں میں اب فریب کا مستوجب نہیں رحم کا مستحق ہوں"

دونوں کی آنکھ سے آنسو نکل پڑے روتے ہوئے جھکے پاؤں چومے اور کہا واقعات نے بیشک ثابت کر دیا کہ دنیا بھروسے کی جگہ نہیں۔ خدا شاہد ہے ہماری صلاح میں فریب نہیں فخر ہوگا۔ اگر ہماری جانیں اپنے آقا پر قربان ہوں۔ مگر دلی آرزو یہ ہے کہ کسی طرح آپ دونوں دشمن کے پنجہ سے نکل جائیں"!

انقلاب نے امین اور زبیدہ دونوں کا دماغ پریشان کر دیا تھا اور حالت یہ تھی کہ اگر کوئی جھوٹ موٹ بھی خیر خواہی کا کلمہ زبان سے نکال دیتا تو عید ہو جاتی تھی کس کی خلافت اور کہاں کی حکومت زندگی کے لالے پڑے تھے زبیدہ امین کی صورت دیکھتی تھی اور کلیجہ پر گھونسے مارتی تھی۔ اسباب کیا اور سامان کدھر کا دونوں ماں بیٹوں نے بھاگنے کا قصد کیا۔ دفعتہً محمد بن علیسی اور سلیمان بن منصور آئے اور کہا "حضور کیا غضب کرتے ہیں۔ یہ صلاح دھوکا ہے۔ نمک حرام جان بوجھکر پھنسواتے ہیں۔ بہترین رائے یہ ہے کہ خلافت سے دست بردار ہو کر طاہر کے پاس جلد پہنچ جائیے۔ مامون سر آنکھوں پر رکھے گا"۔ دماغ ٹھکانے نہ عقل درست۔ بیٹا ماں سے پوچھتا ہے کہ کیا کروں اور ماں بیٹے سے کہ کیا کرنا چاہیئے۔

خدا دشمن کو وہ وقت نہ کھائے جو زبیدہ کے لخت جگر امین الرشید کو دیکھنا پڑا۔ چاروں طرف نظر دوڑائی تو دیکھا کہ گو خزیمہ آج خون کا پیاسا ہے مگر کبھی جاں نثار بھی تھا۔ اس سے التجا کروں۔

رحم کر اے خدا رحم دنیا کیا دکھا رہی ہے۔ امین اپنے ادنی خادم خزیمہ سے امان کا ملتجی ہے پیام پہونچا اور خزیمہ نے جواب دیا کہ "غلام ہر خدمت کو حاضر ہے مگر آج موقع نہیں"

ناکامی نے امین کی حالت ایسی نازک کر دی تھی کہ وہ خود نتیجہ کے واسطے بیتاب تھا ایک لمحہ کبھی صبر نہ کر سکا۔ حسن القصر کے در و دیوار جہاں اس وقت امین موجود تھا۔

حسرت آمیز نظروں سے اسکی صورت دیکھ رہے تھے وہ اُٹھا اور ماں کے قدموں میں گرا۔ زبیدہ نہیں ایک پتھر تھا جیسیں مطلق حس نہ تھی۔ دیر تک امین ماں کے قدموں میں گرا رہا اسکے بعد اُٹھا تو زبیدہ نے سر سے پاؤں تک ایک نظر ڈالی اور فی امان اللہ کہتی ہوئی بے ہوش ہو گئی۔

اب امین صحن میں آیا دونوں بچوں کو دیکھا گلے سے لپٹا کر خوب رویا اور کہا "بدنصیب باپ اگر زندہ رہا تو ان چہروں کو آنکھیں پھر دیکھ لیں گی۔

قتلِ امین نہیں قتلِ امین کے سلسلہ میں ہر واقعہ عبرت کی پوری تصویر ہے جس ملکہ کے یہ الفاظ آجتک آغوش تاریخ میں موجود ہیں۔ کہ ڈھائی ہو فرسنگ کی نہر میں کدال کی ہر ضرب کی اُجرت ایک اشرفی دوں گی۔ آج اس کا بچہ قصر الخلد کے باہر اسطرح نکلتا ہے۔ کہ اسکو روشنی تک میسر نہیں۔ جس شہزادہ کی سواری میں غلاموں کے لباس اور ہتھیاروں کی چمک میدان جگمگا دیتی تھی۔ اسوقت اسکے جلو میں صرف ایک شخص ہے۔ حزیمہ کنار دجلہ پر موجود تھا۔ امین کی صورت دیکھتے ہی بنیا سب ہو گیا کشتی تیار تھی ساتھ بٹھا کر آگے بڑھا۔ مگر طاہر کا ایک دستہ متعین تھا۔ چاروں طرف سے گھیر لیا اور اسقدر تیر برسائے کہ کشتی کے پرزے اُڑ گئے اور حزیمہ و امین دریا میں گر پڑے۔ حزیمہ ملاحوں کی مدد سے باہر نکلا۔ مگر امین کو کسی نے مدد نہ دی وہ شور بہ شور ہاتھ پاؤں مارتا کنارہ پر پہونچا اور گرفتار ہوا۔

رحم رحم ارحم الراحمین رحم۔ ۲۵ محرم ۱۹۸ھ کے چمکنے والے تارے کیا دیکھتے ہیں۔ کہ ہارون الرشید کا بچہ زبیدہ خاتون کا لال سلطنت عباسیہ کا تاجدار خلیفہ ہاشمی امین الرشید کڑکڑاتے جاڑے میں دشمنوں کے ہاتھوں اس طرح گرفتار ہے کہ جسم پر سوا ایک پاجامہ کے جس سے پانی کی بوندیں ٹپک رہی ہیں اور کوئی کپڑا نہیں ہے۔ آدھی رات کے سنسان وقت میں قصر الخلد کے رہنے والے امین اور

قصر زبیدہ میں پلنے والے شہزادے کو جیل خانہ کی دیواروں نے آغوش میں لیا!

احمد بن سلام جو شام سے قید تھا بیان کرتا ہے کہ میں امین کے قدموں میں گرا۔ اور رویا تو اس نے کہا کون؟ میں نے عرض کیا ایک ادنیٰ غلام وہ یہ سنتے ہی رو دیا اور کہا "بھائی کیسی غلامی دونوں برابر ہیں۔ خدا کا واسطہ مجھے کلیجہ سے چمٹا لو میرا دم فنا ہو رہا ہے۔ سردی سخت ہے" میں نے اپنی قمیص دی اس نے میرا شکریہ ادا کیا اسکا کلیجہ دھڑ دھڑ کر رہا تھا چہرے پر ہوائیاں اُڑ رہی تھیں۔ کانپ رہا تھا اور کہہ رہا تھا" احمد اب کیا ہوگا"

امین کی کپکپاہٹ بدستور تھی کہ روشنی نمودار ہوئی اور ننگی تلواریں چمکیں اب اس کو موت کا پورا یقین ہوگیا۔ اور کہنے لگا" میری جان جاتی ہے میں قتل کیا جاتا ہوں! اسوقت کوئی میری مدد کرنے والا نہیں۔ ہے کوئی جو میری فریاد سُنے؟ ہے کوئی جو مجھکو ظالموں سے بچائے"؟

قاتل آگے بڑھے امین نے ایک میلا سا تکیہ ہاتھ میں اُٹھا لیا اور کہا کہ "مجھ پر رحم کرو میں بے گناہ ہوں۔ مجھ کو پہچانو میں کون ہوں۔ مجھ کو خلیفہ نہ سمجھو شہزادہ نہ جانو۔ میں تمہارے نبی کا ابن عم ہارون کا فرزند زبیدہ کا لال مامون کا بھائی ہوں رحم کرو اور چھوڑ دو"

ہاشمی خلیفہ کی التجا بیکار تھی۔ قاتل ٹوٹ پڑے اور اوندھا لٹا کر بیچ میں سے زبیدہ کے لال کو ذبح کر دیا۔ ۱۸۱۳ء

ختم شد

پہلی مرتبہ بماہ مارچ ۱۹۲۲ء بصورت کتاب شائع ہوئی